بہ فیض: تاج دار اہلِ سُنّت مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ و حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی

زیر سرپرستی: امینِ ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی، مارہرہ مطہرہ

ہجرتِ رسول

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری مدظلہ العالی

حسبِ ارشاد : مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی مدظلہ العالی

ناشر: **نوری مشن** مالیگاؤں

ملنے کا پتا: مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں Cell. 9325028586

سنِ اشاعت ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء...... ہدیہ: دُعاے خیر

حضرت علامہ مولانا مفتی

محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی دامت برکاتہم العالیہ

مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف، ہند

تاریخِ اسلام میں ہجرتِ رسول ﷺ ایک انقلاب آفریں موڑ ہے؛ جس کے بعد اسلام شاہراہِ ترقی پر گام زَن ہو گیا اور یکے بعد دیگرے فتوحاتِ اسلامیہ کا وہ سلسلہ شروع ہوا جسے دیکھ کر اقوامِ عالم کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، دیکھتے ہی دیکھتے قیصر و کسریٰ جیسی نا قابلِ تسخیر تصور کی جانے والی سلطنتوں پر اسلامی پرچم اپنی سرمدی شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

ہجرتِ رسول ﷺ سے جہاں ہمیں اسلام کی خاطر پیہم مصیبتوں کا بار برداشت کرنے کا درس ملتا ہے وہیں حضور ﷺ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مثالی عشق کا سبق بھی ملتا ہے۔ جس نے کسی موڑ پر انھیں رسول ﷺ کے لیے اپنی پیاری جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے منحرف نہ ہونے دیا اور نا ہی جادۂ عشق سے سرمو بھٹکنے دیا۔

آج ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ سیرتِ رسول ﷺ کا ہر ہر گوشہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر ہر کردار ہمارے ذہن کے نہاں خانوں میں رچا بسا ہوتا کہ اس پرفتن دور میں ہم دین، دُنیا دونوں سنوار سکیں۔

زیرِ نظر رسالہ ''ہجرتِ رسول ﷺ'' سیدی مرشدی تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ المفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی دام ظلہ العالی کا اپنی نوعیت کا اچھوتا اور دل پذیر رسالہ ہے، جسے آپ نے بہت عرصہ پہلے تحریر فرمایا تھا مگر کسی وجہ سے طبع ہونے سے رہ گیا۔ خداوند قدوس کا ہزار ہا شکر ہے کہ دارالافتاء کی جدید کاری کے دوران یہ رسالہ راقم کے ہاتھ لگ گیا جسے راقم اپنی خوش بختی تصور کرتے ہوئے ترتیب اور تسہیل کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

مولائے کریم اس رسالہ کو عوام کے لیے نفع بخش اور راقم کے لیے نجاتِ اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین.

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

جب حضور سرورِ عالم، نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اہلِ مدینہ سے اپنی نصرت وحمایت پر بیعت تمام فرما چکے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکی اصحاب کو مکہ میں رہنا اور مشرکین کی ایذائے بیکراں کو سہنا دُشوار ہوگیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی زبانِ فیض ترجمان پر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی رُخصت عطا فرمائی۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

''جب مشرکین مکہ کی اذیت مسلمانوں کے لیے بڑھی تو مسلمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور شاکی ہوکر اذنِ ہجرت کے طالب ہوئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''مجھے تمہاری ہجرت گاہ دکھائی گئی وہ سرزمین کھجور کے درختوں والی دوسنگستانوں کے درمیان واقع ہے۔''

پھر چند دن توقف فرمانے کے بعد اپنے صحابہ میں خوش وخرم رونق افروز ہوئے اور فرمایا: ''مجھے تمھاری جائے ہجرت بتادی گئی سنو وہ ''یَثْرِب''[۱] ہے کہ جو مکہ سے نکلنا چاہے نکل جائے۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس فرمان کے بعد لوگ مکہ سے ٹکڑیوں میں خفیہ طور پر نکلے اور مدینہ کو چل پڑے مگر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلانیہ ہجرت کی اور کفارِ مکہ سے کوئی انھیں نہ روک سکا؛ نہ انھیں ایذا دینے کی کسی کو مجال ہوئی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی زید بن الخطاب نے بھی ہجرت فرمائی۔[۲]

---

[۱] ''یثرب'' مدینہ طیبہ کا بعثت نبوی سے پہلے کا نام ہے، جس کا معنی ہے ''بیماریوں کی جگہ'' حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ''طیبہ'' کا نام عطا فرمایا اور یثرب کہنے سے ممانعت فرمائی لہٰذا اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا جائز نہیں۔ ۱۲/منہ

[۲] مگر زرقانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے حضرت زبیر کی بابت فرمایا کہ انھوں نے دو (۲) نیکیوں میں مجھ سے سبقت کی، مجھ سے پہلے ہجرت کی اور مجھ سے پہلے شہید ہوئے۔ ذکرہ فی شرح المواھب. ۱۲/منہ (فاروقی)

اب مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی مرتضٰی ہی رہ گئے، پھر جب قریش نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو مدینہ والوں کی حمایت مل گئی اور ساتھی مل گئے، جن کے شہر کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قصد فرما رہے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب ''مہاجرین'' مکہ سے نکل کر ان سے جاملتے ہیں تو انھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکہ کے باہر جانے سے اندیشہ ہوا، قریش ''دار الندوہ'' جو قصیٰ بن کلاب کا گھر تھا، میں مشورہ کو اکٹھے ہوئے اور قریش ہر کام اسی ''دار الندوہ'' میں کرتے اور اسی میں مشورہ کرتے تھے اور مشورہ میں بیٹھنے والوں نے دوسروں کو اس گھر میں قدم نہ رکھنے دیا کہ کہیں کوئی ہاشمی ''دار الندوہ'' میں نہ آجائے، کہ ان کی سازش سے واقف ہو۔

یہ لوگ بقول ابن درید پندرہ (۱۵) تھے اور ابن دحیہ کے بقول سو (۱۰۰) تھے اور جب یہ لوگ مشورہ کو بیٹھ چکے، شیطان ان میں بڑے ''بوڑھے نجدی'' کے بھیس میں نمودار ہوا، ہاتھ میں ٹیڑھی لاٹھی، جس کے بل جھک کر کھڑا ہوا، اونی جبہ پہنے، سر پر ہری ٹوپی، سبز چادر اوڑھے ''دار الندوہ'' کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ تو جب اسے دیکھا بولے:

''آپ کون بزرگ ہیں؟'' ......وہ بولا: ''نجد کا ایک بوڑھا، تمہاری بات، جس کے لیے تم جمع ہو، سنی تو تمہارے ساتھ تمہاری بات سننے کو حاضر ہوگیا اور توقع ہے کہ تم اس کی رائے اور خلوص سے محروم نہ رہوگے اور اگر میرا ساتھ بیٹھنا ناپسند کرو تو تم لوگوں میں نہ بیٹھوں۔'' ......تو قریش باہم ایک دوسرے سے بولے: ''یہ آدمی نجد کا ہے مکہ کا نہیں، تو اس کی حاضری تمہارا کچھ نہ بگاڑے گی۔''

اب اپنی بات کرنے لگے، تو قریش باہم بولے: ''اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کا جو معاملہ ہوا اور ہم خدا کی قسم اس کے پیروکاروں کی معیت میں اس کے حملہ سے بےخوف نہیں تو ان کے بارے میں کوئی رائے پختہ کرو۔''

تو ابوالبختری ابن ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ ہشام بن عمرو) بولا میری رائے یہ ہے کہ: ''انھیں ایک گھر میں بند کردو اور خوب کس کر باندھو اور گھر کو ہر چہار جانب سے بند کردو، بس ایک روشن دان کھلا رکھو، جس سے کھانا پانی ڈالتے رہو اور ان کی موت کا انتظار کرو تو یہ

اپنے پیش روشعراء ''زُہیر'' و ''نابغہ '' کی طرح (معاذ اللہ) ہلاک ہوجائیں گے۔''

اس پر وہ دُشمنِ خدا شیخِ نجدی چیخا اور بولا:

''یہ تمہاری بہت بری رائے ہے۔ خدا کی قسم اگر تم نے انھیں مقید کردیا تو ان کی خبر ان کے اصحاب کو ہوجائے گی، تو وہ حملہ کر کے انھیں تم سے چھڑا لیں گے۔''

قریش بولے: ''بڈھے نے سچ کہا۔'' اور ہشام (اور ایک روایت میں ہے کہ) ابو البختری نے کہا کہ:

''میری رائے ہے کہ انھیں اونٹ پر سوار کرو اور اپنے شہر سے نکال دو تو ان کے کام سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا اور تم چین سے ہوجاؤ گے۔''

تو نجدی بڈھا بولا: ''خدا کی قسم یہ تمہارے نفع کی بات نہیں۔ کیا تم ان کی بات کے حسن اور بولی کی مٹھاس اور لوگوں کے دلوں کو اپنے کلام کے ذریعے قابو میں کرنے سے بے خبر ہو تو خدا کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو اس سے بے غم نہ ہو گے کہ وہ عرب کے کسی قبیلے پر اپنی باتوں سے اثر انداز ہو، تو وہ اس سے بیعت کرلیں، پھر وہ انھیں لے کر چلا آئے اور وہ تمھیں روند ڈالیں۔''

بولے...... ''بڈھا خدا کی قسم سچ بولا۔''

تو ابوجہل بولا: ...... ''میری ایک رائے ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اب تک اس کو پہنچے ہو۔'' ......وہ بولے: ''وہ رائے کیا ہے؟'' ......ابوالحکم [ا] بولا: ''میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے تندرست جوان، صبر آزما، نسب وفضیلت والا لیں پھر ہر جوان کو شمشیر آبدار دے دیں؛ پھر وہ سب اس کی جانب بڑھیں تو وہ سب ایک ہو کر اس پر وار کریں اور اسے قتل کردیں تو ہم اس سے نجات پا جائیں اس لیے کہ وہ جوان جب یہ کام کر گزریں گے۔ تو ان کا خون قبائل میں پھیل جائے گا تو ہاشمی سب سے جنگ نہ کرسکیں گے تو ہم سے دیت پر راضی ہوجائیں گے۔''

شیخِ نجدی ملعون بولا:

[ا] یہ ابوجہل کی کنیت تھی جسے بدل کر حضور نے ''ابوجہل یعنی جاہلوں کا باپ'' فرمادیا۔ ۱۲ منہ (فاروقی)

''بات تو اس جوان نے کہی اور تم میں اسی کی رائے اچھی ہے اور تمہارے لیے اس سے بہتر میں نہیں جانتا۔''

تو سب ابوجہل کی رائے پر متفق؛ دلوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے قتل کا ارادہ پختہ کیے اپنے اپنے گھروں کو چل دیے، تو سیدنا جبریل علیہ الصلوۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ان باتوں سے خبردار کیا اور عرض کی:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم آج رات اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں اور اب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مکہ سے باہر تشریف لے جانے کا اِذن دیا۔''

تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بسترِ اقدس پر سوجائیں، تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خواب گاہ میں سوئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''میری چادر اوڑھ لو، تمھیں ہرگز کوئی ناپسندیدہ بات نہ پہنچے گی۔''

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کاشانۂ اقدس سے باہر آئے اور دستِ اقدس میں مٹھی بھر خاک لی اور کافروں کی آنکھوں کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ نے اندھا کردیا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان کے سروں پر خاک ڈالتے جاتے اور یہ آیتیں پڑھتے جاتے:

یٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝۳ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝۴ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝۹

(سورۂ یٰس، پارہ: ۲۲، آیت: ۱ تا ۹)

ان آیتوں کا سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے یوں ترجمہ فرمایا:

''حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو، عزت والے مہربان کا اُتارا ہوا، تاکہ تم اس قوم کو ڈر سناؤ جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے، تو وہ بے خبر ہیں بے شک ان میں اکثر پر بات ثابت ہو چکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے، ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منھ اُٹھائے رہ گئے اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انھیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انھیں کچھ نہیں سوجھتا۔'' (کنز الایمان)

یہ آیتیں کفارِ مکہ کی اس وقت کی حیرت و پریشانی، خشیت و بے سروسامانی بہ آں (باوجود) ساز و سامانِ ظاہری کا منظر دکھا رہی ہیں، اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس موقع پر ان آیاتِ مذکورہ تلاوت کرنے سے بعید نہیں کہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ یہ آیات اسی موقع اور انھیں کافروں کے سبب نازل ہوئیں؛ اگرچہ عموم لفظ ہر کافر کو شامل: **فان العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص السبب کما صرحوا.**

یہاں سے ظاہر ہوا کہ بزرگانِ دین سے جو نسبت رکھتے ہیں، وہ بطور تبرک ہے، اور اس سے دفعِ بلا و حصولِ برکت ہوتا ہے۔ نیز یہاں سے یہ بھی واضح ہوا کہ دفعِ بلا کے لیے قرآنِ عظیم کی آیات کی تلاوت جائز ہے اور حضرت ابن ابی اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ''یٰسٓ شریف'' کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''اگر ڈرنے والا یہ آیات پڑھے بے خوف ہو اور اگر بھوکا پڑھے تو سیر ہو جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ہجرت کی خبر دی اور انھیں حکم فرمایا کہ وہ مکہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت کے بعد ٹھہریں کہ لوگوں کی امانتیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھیں ادا کریں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس امانتیں آپ کی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے رکھی جاتی تھیں۔

مشرکین نے رات یوں کاٹی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے بستر اقدس پر سوئے ہوئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چوکسی کرتے رہے اور انھیں گمان یہ تھا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہیں۔ اسی حال میں ان کے پاس کوئی، جو اُن کے ساتھ نہ تھا، آن کر بولا:

''یہاں کیا انتظار کر رہے ہو؟''

وہ بولے: ''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کی راہ دیکھتے ہیں۔''

اس نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے تمھیں نا امید کیا، خدا کی قسم! وہ تو تمہارے سامنے سے گئے اور تم میں کسی کو نہ چھوڑا جس کے سر پر خاک نہ ڈالی ہو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: ''جس کو اس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنکری مل گئی وہ جنگِ بدر میں حالتِ کفر میں مارا گیا۔''

اس واقعہ کا ذکر قرآن عظیم کی اس آیت کریمہ میں ہے:

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰

(سورۂ انفال، پارہ:۹، آیت:۳۰)

میرے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ان آیات کا ترجمہ یوں فرمایا:

''اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمھیں بند کرلیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔'' (کنز الایمان)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم بلا ناغہ صبح یا شام کو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لاتے تھے تو؛ جب وہ دن آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ہجرت کا اذن فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ہمارے پاس دوپہر کے وقت تشریف لائے، ایسی ساعت میں جس میں تشریف آوری کی عادت نہ تھی؛ تو جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو سوچا ضرور کوئی بات ہوئی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اس وقت تشریف لائے ہیں تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

داخل ہوئے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پلنگ سے اُٹھ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے تشریف رکھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس میرے اور میری بہن اسما (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے سوا کوئی نہ تھا۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے فرمایا: ''میرے پاس سے ان کو نکال دو جو تمھارے پاس ہیں۔'' تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ......''اے اللہ کے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)! یہ تو میری بیٹیاں ہیں۔''......اور بخاری کی روایت میں ہے: ''یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل ہی تو ہیں اور ماجرا کیا ہے؟ میرے ماں باپ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) پر قربان۔''[۱]......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے مکہ سے باہر جانے اور ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔''[۲]......ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ''میں بھی ساتھ چلوں؟''......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ہاں'' حاشیۂ ''جمل ہجریہ'' میں ہے؛ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''تو حضور علیہ السلام میری ایک اونٹنی لے لیں، اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت سے چھ (۶) ماہ پہلے دو (۲) اونٹنیاں خریدی تھیں تو انھیں چارہ دیتے رہے، اس انتظار میں کہ ہجرت کی ساعت آئے تو ان پر سوار ہو کر مکہ سے باہر تشریف لے چلیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اسے بقیمت لینا منظور فرمایا اور چار سو درہم پر اسے خرید لیا۔ یہ اونٹنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے پاس رہی، اس کی موت حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں ہوئی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر سے ہر دو عازمانِ ہجرت سامانِ سفر لے کر شبِ جمعہ کو باہر تشریف لائے اور راتوں رات غارِ ثور پہنچے تو اس میں باقی شب گزاری اور ہفتہ کی شب اور اتوار کی شب اسی میں رہے اور دوشنبے (پیر) کی شب کو اس غار سے باہر آئے

---

[۱] صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی کلمہ سے مخاطب فرماتے تھے جس سے ظاہر کہ صحابۂ کرام، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غایت درجہ تعظیم فرماتے تھے۔ ۱۲ منہ

[۲] اذنِ ہجرت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

یعنی ''اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر (مدینہ میں) اور سچی طرح باہر لے جا (مکہ سے) اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔ ۱۲ منہ (فاروقی)

اور مدینہ میں دوشنبہ کے دن پہنچے؛ یوں ان کی مدتِ سفر آٹھ (۸) دن ہوئی، اور قریش جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جستجو میں لگے تو مکہ کا ہر بلند و پست مقام چھان مارا اور ہر جانب میں لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے بھیج دیے تو جو ''ثور'' کی جانب

گیا تھا اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نشانِ قدم وہاں پایا تو وہ اس پہ چلتا رہا یہاں تک (کہ) وہ نشان غارِ ثور تک ختم ہو گیا اور کفار کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکہ کے باہر تشریف لے آنا بہت ناگوار ہوا، وہ اس سے بہت گھبرائے اور انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھیر (واپس) لانے والے کے لیے سو (۱۰۰) اونٹ کا انعام رکھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار میں جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ نے اس پر ببول کا پیڑ اُگا دیا جس نے لوگوں کی نظروں سے غار کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتر بھیجے جو وہاں پر آ کے ٹھہر گئے اور روایات میں آیا ہے کہ ان دونوں نے وہاں انڈے دیے اور کہتے ہیں کہ حرمِ مکہ کے سب کبوتر ان ہی دو کبوتروں کی نسل ہیں، اور مکڑی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غار کے بالائی حصہ پر جالا بُن دیا، اور قریش کے جوان اپنے ہتھیار لیے پہنچے اور ان میں سے کچھ وہاں غار میں دیکھنے لگے، تو انھیں دو کبوتر ہی دکھائی دیے، تو انھیں علم ہو گیا کہ غار میں کوئی نہیں ہے، اور کسی نے کہا کہ: ''اس غار میں گھس جاؤ۔''

تو اُمیہ بن خلف لعنۃ اللہ علیہ بولا: ''اس غار میں تمہارا کیا دَھرا ہے؟ اس میں تو ایک مکڑی ہے جو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم) کی پیدائش سے بھی پہلے کی ہے۔''

بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:

''میں نے غار سے مشرکین مکہ کے پیر دیکھے، میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)! ان میں کا کوئی اپنے پیروں کی طرف نظر کرے تو ہم کو ضرور دیکھ لے گا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ابوبکر تم ان کی بابت کیا گمان کرتے ہو جن کا تیسرا اللہ ہے۔''

یعنی مطلب یہ کہ گھبراؤ مت، اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ ایک دوسری روایت

میں یوں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اے اللہ ان کی آنکھیں اندھی کردے تو ان کی آنکھیں غار میں داخل ہونے سے اندھی ہوگئیں۔''

امام علامہ بوصیری علیہ الرحمۃ نے قصیدہ بردہ شریف کے ذیل کے اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَمَاحَوَی الْغَارُمِنْ خَيْرٍوَّمِنْ كَرَمٍ — وَكُلُّ طَرُفٍ مِّنَ الْكُفَّارِعَنْهُ عَمِی

غارِ ثور کیسی خیر وکرامت کو لیے ہوئے تھا، اور کافروں کی ہر نظر ان سے اندھی تھی۔

فَالصِّدْ قُ فِی الْغَارِ وَ الصِّدِّ يْقُ لَمْ يَرِ مَا — وَهُمْ يَقُوْ لُوْنَ مَا بِا لْغَا رِ مِنْ اَرِمٖ

تو رسولِ صدق ﷺ اور صدیق رضی اللہ عنہ غار ہی میں رہے، اور کافر یہ کہہ کر رہ گئے کہ غار میں کوئی نہیں۔

ظَنُّو ا الْحَمَا مَ وَ ظَنُّواالْعَنْكَبُوْتَ عَلٰی — خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمٖ

انھیں یہ گمان ہوا کہ کبوتری، حضور بہترین خلائق علیہ السلام پر نہ منڈلاتی، نہ مکڑی نے ان کی جلوہ گاہ پر جالا بُنا۔

وَقَا يَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ — مِّنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمٖ

یہ اللہ کا بچاؤ تھا جس نے سپاہیوں کی کثرت اور بلند قلعوں سے بے نیاز رکھا۔

عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی کم سِنی کے باوجود رات کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قریش کی خبریں لاتے؛ پھر پچھلی شب میں ان کے پاس سے چلے جاتے اور مکہ میں یوں صبح کرتے، جیسے مکہ ہی میں رات گزارتے ہوں اور عامر بن فہیرہ (فُهَيْرَہ)[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اُن دونوں کے پاس ہر دن دودھ لاتے اور مدینہ طیبہ کا راستہ بتانے کے لیے دونوں حضرات نے عبد اللہ بن اریقط[2] کو مزدوری پر رکھا، اور دونوں نے اپنی اونٹنیاں اس کو دے دیں اور تین راتوں کے بعد غارِ ثور پر اسے ملنے کا وعدہ فرمایا۔

عبد اللہ بن اریقط وہاں ان کے پاس آیا اور دونوں حضرات غار سے باہر آئے اور چل دیے اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں نے سمندر کا راستہ لیا ابھی یہ لوگ راستہ ہی میں تھے، انھیں گرفتار کرنے کی غرض سے سُراقہ بن مالک آ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین

[۱] ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام

[۲] عبد اللہ بن اریقط کا اسلام لانا معلوم نہ ہوا۔ (فاروقی)

کو حکم دیا کہ ان کو پکڑ لے، تو ان کے گھوڑے کے دونوں پیر گھٹنوں تک زمین میں پھنس گئے، حالاں کہ زمین سخت تھی، تو سُراقہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے امان مانگی تو گھوڑا اس آفت سے چھوٹا۔ اب سُراقہ حاضرِ خدمت ہوئے اور رختِ سفر اور ساز و سامان پیش کیا جو قبول نہ ہوا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب نے سُراقہ سے کہا: ''ہمارے معاملہ کو مخفی رکھنا۔'' اس کے بعد سُراقہ وہاں سے لوٹے، راستہ میں جو بھی ملتا اسے پھیر (لوٹا) دیتے اور کہہ دیتے کہ:

''میں نے تمام راستہ چھان ڈالے مگر کسی کو نہ پایا۔''[1]

امام بوصیری نے ''قصیدۂ ہمزیہ'' کے اشعارِ ذیل میں اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

ونحا المصطفیٰ المدینة واشتاقت — الیه من مكة الانحاء

مصطفیٰ ﷺ مدینہ کو چلے اور مکہ کے اطراف، مصطفیٰ ﷺ کے مشتاق ہوئے۔

وتغنت بمدحه الجن حتی — اطرب الانس منه ذاک الغناء

اور مصطفیٰ ﷺ کی مدحت کے ترانے جنوں نے اس قدر گائے، کہ اس سے انسان مست ہو گئے۔

واقتفی اثره سراقة فاستهوته — فی الارض صافن جرداء

اور سُراقہ (رضی اللہ عنہ) نے ان کا پیچھا کیا تو زمین میں ان کے تیز رفتار گھوڑے نے انھیں پھنسا دیا۔

ثم ناداه بعدما سمیت الخسف — وقد ینجدالغریق النداء

پھر سُراقہ (رضی اللہ عنہ) نے حضور ﷺ کو پکارا، بعد اس کے کہ گھوڑا زمین میں دھنسنے کے قریب تھا اور بے شک غریق کو پکارنا بچا لیتا ہے۔

''مواھب اللدنیه'' میں ہے، حضرت اسما بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''ہمارے پاس قریش کے کچھ لوگ آئے ان میں ابو جہل بھی تھا اس نے مجھ سے پوچھا'' ......''تمھارے باپ کہاں ہیں؟'' ......میں بولی: ''خدا کی قسم! مجھے معلوم نہیں کہ میرے باپ کہاں ہیں۔'' ......بے شرم ابو جہل نے ہاتھ اُٹھایا اور میرے چہرے پر طمانچہ مارا

[۱] مسئلہ: ظالم کو دفع کرنے اور اپنا حق حاصل کرنے کے لیے پہلو دار بات جس کا ظاہر جھوٹ ہو بولنا جائز ہے۔ اسی طرح صلح اور جنگ کے موقع پر بھی بظاہر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ ۱۲/منہ

جس سے میرا بندہ گر پڑا، جب یہ لوگ چلے گئے اور ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کہاں ہیں، تو ہمارے پاس جنوں میں سے ایک جن آیا جو ہمیں نظر نہ آتا تھا؛ صرف آواز آتی تھی، وہ یہ اشعار پڑھتا تھا:

جزی اللّٰہ رب الناس خیر الجزائہ　　رفیقین حلاخیمتی ام معبد

اللہ، لوگوں کا رب بہترین جزاء دے، ان دو ساتھیوں کو جو ام معبد کے خیمے میں مہمان ہوئے۔

ھما نزلا بالبر ثم ترحلا　　فافلح من امسی رفیق محمد

وہ نیکی کے ساتھ نازل ہوئے، پھر وہاں سے رُخصت ہوئے، تو کامیاب ہو وہ جو محمد ﷺ کا دوست ہو گیا۔

فیالقصی مازوی اللّٰہ عنکم　　بہ من فعال لاتجاری وسؤدد

تو قریش تم پر تعجب ہے اللہ نے کیسا کرم بے نظیر اور کیسی شرافت تم سے دور کر دی (یعنی تمہارے شہر مکہ سے کرم والے نبی بے مثل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ہجرت فرمائی)

لیھن بنی کعب مکان فتاتھم　　ومقعدھا للمومنین بمرصد

بنو کعب کو ان کا مرتبہ اور اس کا مسلمانوں کے مکان کی نگہبانی کو بیٹھنا مبارک ہو۔

سلوا اختکم عن شاتھا وانائھا　　فانکم ان تسألوا الشاۃ تشھد

اپنی بہن سے اس کی بکری اور اس کے برتن کا قصہ پوچھو، تو تم اگر اس بکری سے پوچھو گے تو وہ گواہی دے گی۔

دعاھا بشاۃ حائل فتحلبت　　لہ بصریح ضرۃ الشاۃ مزبد

حضور ﷺ نے اس عورت کی بکری جو حاملہ نہ تھی بلائی اور اسے دوہا، تو خالص جھاگ والے دودھ کی دھار اس کے تھن سے نکل پڑی۔

فغادرھا رھنا لدیھا الحالب　　یرددھا فی مصدر ثم مورد

پھر اس بکری کو حضور ﷺ نے دوہنے والے کے لیے چھوڑ دیا جو اسے بار بار دوہتا رہا۔

راہِ ہجرت میں بہت سے عجیب و غریب واقعات ہوئے؛ ازاں جملہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا گزر اپنے رفیقوں کے ساتھ ام معبد خزاعیہ کے خیمہ سے ہوا اور ان کی عادت یہ تھی کہ مسافروں کو کھلاتی پلاتی تھیں اور اس سال قحط تھا تو رفقائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے گوشت یا دودھ مول لینے کا ارادہ کیا تو انھیں کچھ نہ ملا۔

اچانک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی نظرِ مبارک ایک بکری پر پڑی؛ جسے کم زوری و لاغری نے بکریوں کے ساتھ چرنے کے قابل نہ رکھا تھا، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ''ام معبد'' سے پوچھا:

''کیا اس بکری کے دودھ ہے؟''......وہ بولی: ''یہ بکری دودھ دینے کے قابل کہاں!''......حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''کیا اسے دوہنے کی مجھے اجازت دیتی ہے؟''......عرض کیا!......''جی ہاں''

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکری اور برتن طلب فرمایا؛ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اسے باندھا اور اس کے تھن پر بسم اللہ پڑھ کر دستِ اقدس پھیرا تو وہ دودھاری ہو گئی۔ اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دوہا اور لوگوں کو دودھ پلایا اتنا کہ سیر ہو گئے، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کے بعد خود نوش فرمایا، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دوبارہ دوہا اور چھوڑ دیا۔ یہ بکری صبح و شام ان لوگوں کو دودھ دیتی رہی یہاں تک کہ خلافتِ فاروقی میں مرگئی۔

زمخشری نے ''ربیع الابرار'' میں حضرت ہند بنت الجون سے روایت کیا کہ:

''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم، ان کی خالہ ام معبد کے خیمے میں مہمان ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے پانی طلب فرمایا اور دستِ اقدس دھوئے، دہنِ اقدس میں پانی لے کر جھڑبیری کے پیڑ، جو خیمے کی جانب میں تھا میں کلی فرمادی، تو صبح کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پیڑ بہت بڑا ہو گیا اور بڑا پھل لایا جس میں ''کُسُم''[۱] کی رنگت اور عنبر کی خوشبو اور شہد کا ذائقہ تھا، جو بھوکا اسے کھاتا سیر ہو جاتا اور جو پیاسا کھاتا سیراب ہو جاتا اور جو مریض کھاتا اچھا ہو جاتا اور جو اونٹ یا بکری اس کے پتے کھاتے ان کا دودھ چھلکنے لگتا، تو ہم نے اس کا نام ''مبارکہ'' (یعنی برکت والا پیڑ) رکھا، دیہات سے لوگ اس سے شفا لینے کو آتے اور اس کے پھل، پتے ہم راہ لے جاتے۔ پھر ہم نے ایک دن صبح کو دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے چھوٹے ہو گئے تو ہم گھبرائے تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبرِ وفات ہی نے چونکا دیا، پھر تیس (۳۰) برس بعد اوپر سے نیچے تک ایک خار دار درخت ہو گیا اور اس کے پھل بالکل جھڑ

[۱] کڑ کا پھول جس سے شہاب (نہایت سرخ رنگ) نکلتا ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔ فیروز اللغات

گئے اور تازگی رُخصت ہوگئی، تو ہمیں امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، پھر اس میں پھل نہ آئے اور ہم اس کی پتیوں سے سودمند ہوتے تھے، پھر ایک صبح کو کیا دیکھا کہ اس کے تنے سے گاڑھا خون جاری ہے اور پتیاں مرجھا گئی ہیں۔ تو ابھی ہم وحشت زدہ ورنجیدہ ہی تھے کہ ہمیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی خبر ملی اور وہ پیڑ اس واقعہ کے بعد خشک ہوکر ختم ہوگیا۔''[۱]

''مواهب اللدنيه''میں ہے کہ: ''ام معبد کے شوہر ابو معبد نے دودھ دیکھا تو انھیں تعجب ہوا! بولے: ''اے ام معبد! یہ کیا ہے؟ اور یہ تمھیں کہاں سے ملا؟''......وہ بولیں: ''خدا کی قسم! اس کے سوا کچھ نہیں کہ مبارک شخص ہمارے گھر آیا اس کا یہ کرشمہ ہے۔''......ان کے شوہر بولے: ''ان کا حلیہ بیان کرو، اے ام معبد!''......وہ بولیں: ''میں نے ایک حسین اور چمک دار چہرے والا، خوش اخلاق، نہ اس میں لاغری کا عیب نہ کوتاہی سر کا نقص، جمیل وخوبرو، ان کی آنکھیں خوب سیاہ، سرگیں بھنویں دراز وباریک ملی ہوئیں، پلکوں کے بال گھنے، گردن درازی وبلندی لیے ہوئے، ریشِ مبارک معتدل اور گھنی، لہجہ نرم مٹھاس لیے ہوئے، جب بولیں تو اپنے ہم نشینوں پر بلند ہوں، چہرہ نمایاں پر رونق ورعب دار ہو، کلام فیصل نہ قلیل کہ مخل ہو؛ نہ کثیر کہ اُکتا دے، نہ دراز قد کہ دیکھنے والا انھیں برا جانے نہ پستہ قد کہ کوئی ان سے نظر پھیرلے (بلکہ میانہ قد) لوگوں کے مخدوم، جاں نثاروں کے جمگھٹ والے، نہ تیور چڑھائے ہوئے، تو وہ بولے خدا کی قسم یہ تو قریش کے نبی تھے، اگر میں انھیں دیکھتا تو ان کے پیچھے چل دیتا۔''

علامہ قسطلانی کے الفاظ یہ ہیں:

فلما رأى أبو معبد اللبن عجب وقال ما هذا يا أم معبدأنى لك هذا و الشسائعازب حيال و لا حلوب فى البيت؟ فقالت لاوالله الا أنه مرّبنا رجل مبارك من حا له كذا وكذا. فقال صِفيه ياأم معبد. فقالت رأيت رجلاً

[۱] مگر عجیب بات ہے کہ یہ قصہ بکری کے قصہ کی طرح مشہور نہ ہوا، تو ظاہر ہے جب زمخشری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے تو اس کی ذمہ داری بھی انھیں پر عائد ہوتی ہے۔ ۱۲ رمنہ

ظاهر الوضاءة، مبلج الوجه حسن الخلق، لم تعبه ثجلة ولم تزر به صعلة، وسيم قسيم، فى عينيه دعج وفى اشفاره وطف وفى صوته صحل أحور أكحل أزج أقرن شديد سواد الشعر، فى عنقه سطح وفى لحيته كثافة اذا صمت فعليه الوقار و اذاتكلم سماوعلاه البهاء وكان منطقه خرزات نظم يتحدرن حلو المنطق فصل لا نذر ولا هذر، أجهر الناس وأجملهم من بعيد وأحلا هم وأحسنهم من قريب ربعةلا تشنؤه من طول ولا تقتحمه عين من قصر ،غصن بين غصنين، فهو أنضر الثلا ثة منظراً و أحسنهم قدراً له رفقاء يخصون به اذا قال استمعوا لقوله واذا أمر تبا دروا الى أمره، محفود محشود لا عابث ولا منفذ فقال هذا والله صاحب قريش لورأيته لا تبعته.''

''سیرۃ حلبی''میں ہے کہ:

''ام معبد نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی، اسلام لائیں اور انھیں کی طرح ان کے شوہر اور ان کے بھائی نے بھی ہجرت کی اور اسلام لائے، ام معبد کا گھرانہ تاریخوں کا شمار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ورودِ مسعود سے کرتا تھا۔''

ادھر مدینہ کے نادیدہ عاشقانِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم؛ آپ کی آمد آمد کی خبر سن کر ایسے مشتاقِ دیدار ہوئے کہ ہر روز مدینہ سے کچھ دور نکل کر دوپہر تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی راہ دیکھتے، تو ایک دن انتظار کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے کہ اچانک ایک یہودی جو کسی بلند جگہ پر چڑھا ہوا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو آتے دیکھ رہا تھا؛ پکار اُٹھا، یہ تمہارا نصیب ہے اے بنی قیلہ (یعنی اوس وخزرج) تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے استقبال کو ہتھیار لیے نکل پڑے۔

''علامہ قسطلانی''فرماتے ہیں:

''ولماسمع المسلمون بالمدينةخروج رسول الله ﷺ من مكة فكانوا يغدون كل غداةالى الحرة ينتظرونه حتى يرد هم حر الظهيرةفا نقلبو ايوما بعد مأ طالوا انتظارهم فلماأووا الى بيوتهم أو فى رجل من يهود على أطم

من آطامهم لا مر ينظر اليه فبصر برسول الله ﷺ واصحابه يزول بهم السراب فلم يملك اليهودی نفسه فنادی باعلی صوته :يا بنی قيلةهذا جدكم أی حظكم ومطلوبكم قدأقبل،فخرج اليه بنو قيلةوهم الاوس والخزرج سراعابسلاحهم فتلقوه فنزل بقباء علی بنی عمروبن عوف.''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام قباء میں نزول فرمایا،اس دن دوشنبہ تھا،ربیع الاوّل کی پہلی تاریخ اورایک قول پر۱۲/ویں تاریخ تھی،قباء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے رفقا،ضعفائے مسلمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم سے آملے،حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرتِ نبویہ کے بعدمکہ میں تین دن ہی ٹھہرے تھے۔

پھرحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اسلامی ماہ وسال کی تاریخ لکھنے کاحکم دیا اس کے بعدہجرت سے تاریخ لکھی گئی؛اس سے پہلے''عام فیل''سے تاریخ لگاتے تھے۔

''مواہب اللدنیہ''میں ہے:

''**وأمر** صلی اللّٰہ علیہ وسلم **بالتاريخ فكتب من حين الهجرة.**''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم قباء میں بائیس دن ٹھہرے اورمسجد قباء تعمیر فرمائی، پھر جمعہ کودن چڑھے سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قباء سے روانہ ہوئے۔''محلّۂ بنی سالم بن عوف''میں جمعہ کا وقت ہوگیا،وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے ہم راہ مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی،ان کی تعدادسو(۱۰۰)تھی اورنماز''وادی رانوناء''کے بطن میں پڑھی گئی۔ پھرحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناقہ پرسوار ہوکر چلے،تو جس گھر سے گزرتے اس کے لوگ درخواست کرتے کہ:

''حضور(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)ہم میں نزول فرماتے۔''

آپ فرماتے:''اس(اونٹنی)کا راستہ چھوڑدوکہ یہ ناقہ اللہ کی طرف سے مامورہے۔''

تواونٹنی چلتے چلتے مسجد نبوی شریف کےدروازہ کی جگہ پربیٹھ گئی،پھرحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو لیے اُٹھی اورابوایوب انصاری کے دروازہ پرجابیٹھی،پھراُٹھ کرپہلی جگہ بیٹھ کرآوازنکالی،گویاحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم سے اُترنے کوعرض کرتی ہو،توحضور(صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم)اس سے اُٹھے اورزمین پرتشریف لائے اورفرمایا:

''ان شاءاللہ یہی اپنی منزل ہے۔''

اورمسلمانوں کی فرط وخوشی کا کیاعالم تھااورمدینہ میں کیسی رونق تھی۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھیے......وہ فرماتے ہیں:

''جب وہ دن آیاجس دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور مدینہ کی ہرشے جگمگا اُٹھی اورآپ کی آمد پرکم سِن لڑکیاں چھتوں پرچڑھ گئیں اورترانہ گاتی تھیں:

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع

ثنیۃ الوداع سے ہمارے اوپرچاندطلوع ہوا۔

وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع

ہم پرشکرِ خداواجب ہے جب تک اللہ کی عبادت ہو۔

ایھا المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع

اے وہ نبی!جوہم میں بھیجے گئے،آپ وہ فرمان لائے جس کی اطاعت بندگی۔''

انھیں حضرت انس سے مروی کہ:

''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی ابوایوب کے دروازہ پربیٹھی بنونجار کی ننھی سی بچیاں یہ گاتی باہرآئیں:

نحن جوار من بنی النجار　　یاحبذا محمد ﷺ من جار

ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں،محمد ﷺ کیا ہی بہترین ہمسائے ہیں۔''

اونٹنی کی جائے نزول مدینہ کے دویتیموں کی زمین تھی؛جہاں وہ کھجوریں سُکھاتے تھےاوروہ اسعد بن زراہ کی آغوشِ تربیت میں پل رہے تھے؛توحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس جگہ کا سودا ان دونوں سے کیا،وہ بولے:ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کوہبہ کرتے ہیں،توحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اسے بطورِہبہ قبول نہ فرمایااوران دونوں سے دس(۱۰)دینارمیں اس زمین کوخریدلیااورقیمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابوبکر کے مال سے ادا کی،پھرحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس میں اپنی مسجد شریف بنائی،مسجد کی چھت

شاخ ہائے کھجور کی رکھی اور ستون پیڑوں کے تنوں کے رکھے اور مسجد کی بلندی قدِ آدم رکھی اور
بیت المقدس کی طرف قبلہ مسجد رکھا، پھر جب کعبہ قبلہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبلۂ مسجد کو
کعبہ کی طرف پھیر دیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے لوگوں کی کثرت کے سبب اس
میں توسیع فرمادی۔

پھر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر مسجد
میں لے کر اسے بڑھایا اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس سے وہ گھر مول مانگا تھا تو
سیدنا عباس نے اسے مسلمانوں کے لیے مفت دے دیا؛ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کو
بڑھایا اور اسے پتھروں سے تعمیر فرمایا اور اس کے ستون پتھر کے رکھے اور چھت کو ساج
(ساگوان کی لکڑی) سے بنایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اس جگہ میں جو ان یتیموں
سے خریدی تھی اپنی دونوں بیویوں حضرت عائشہ وحضرت سودہ کے لیے حجرے بھی تعمیر
فرمائے اور باقی ازواج کے حجرے حسبِ ضرورت بعد میں تعمیر ہوئے، اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
واصحابہ وبارک وسلم نے ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں سات ماہ قیام فرمایا، اس مدت میں دونوں
حجروں اور مسجد کی تعمیر انجام پائی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ: ''صحابہ نے فرمایا: ہم لوگ ایک ایک اینٹ اُٹھاتے تھے
اور عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو دو اینٹیں اُٹھاتے تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم
نے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور اپنے دستِ اقدس سے عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن سے مٹی
جھاڑنے لگے اور فرماتے جاتے: افسوس کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی یہ انھیں جنت کی
طرف بلائیں گے اور وہ لوگ انھیں دوزخ کی طرف بلاتے ہوں گے، اور عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ
کہتے جاتے کہ: میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں فتنوں سے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم صحابۂ
کرام کے ساتھ پتھر کی چٹانیں شانۂ اقدس پر اُٹھاتے اور یہ شعر پڑھتے:

اللّٰھم لاخیر الاخیر الآخرہ   فانصر الانصار والمھاجرہ

اے اللہ خیر نہیں مگر آخرت کی خیر، تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کی اس پیشین گوئی کا مصداق ''جنگ صفین'' میں

ظاہر ہوا جب سیدنا عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید
ہوئے، یہ معرکہ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہوا، حدیث مذکورہ
سے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ہم نواؤں کا برحق
اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ساتھی صحابہ کا خاطی ہونا ظاہر ہے؛ مگر حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقا صحابۂ کرام کی خطا اجتہادی تھی؛ اور مجتہد اپنی خطا پر بھی اجر کا مستحق
ہے، اس پر طعن وتشنیع جائز نہیں، یہی اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے اور بکثرت آیات واحادیث اس
عقیدے کی مؤید ہیں۔

روایت آئی کہ مدینہ کی آب وہوا ناسازگار تھی، اور بخار کی وبا کے لیے یہ شہر
مشہور تھا، تو جب کوئی اجنبی مدینہ میں آتا اس سے کہا جاتا: اگر بخار سے عافیت چاہو تو گدھے
کی سی آواز نکالو وہ گدھے کی آواز نکالتا تو بخار سے محفوظ رہتا، تو مہاجرین کو بھی ہوائے مدینہ
راس نہ آئی اور بہت سے بیمار ہوئے اور کم زور پڑ گئے۔ ان میں حضرت ابوبکر وبلال وعامر
بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ ان کا ضعف اس درجہ بڑھا کہ مسلمان کھڑے ہو کر نماز پڑھنے
کے قابل نہ رہے تو مشرکین ومنافقین خوش ہوتے اور یہ کہتے کہ ''یثرِب'' کے بخار نے انھیں
کم زور کر دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: ''جب یہ عالم ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے حضور آئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ساری حالت بتائی تو
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا فرمائی کہ:

''اللّٰھم حبب الینا المدینة کحبنا مکة أو أشد اللّٰھم بارک لنا فی
صاعنا ومدنا وصححھا لنا وانقل حماھا الی الجحفة۔''

یعنی: اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو اتنا ہی محبوب کر دے جتنا ہمیں مکہ محبوب ہے
بلکہ اس سے زیادہ محبوب فرمادے اور اس کو صحت بخش فرمادے اور اس کے پیمانے میں
ہمارے لیے برکت فرما اور اس کے بخار کو منتقل فرما اور اسے مقام جحفہ میں رکھ دے۔''

امام قسطلانی نے فرمایا:

"جحفہ اس وقت یہود کا مسکن تھا اور اب مصریوں کا میقات ہے جہاں احرام باندھتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دُعا سے کافروں کے لیے بیماری اور ہلاکت کی دُعا کا جواز ثابت ہوا اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے کافروں کے لیے بھی بددُعا نہ فرمائی، غلط اور بے دینوں، گمراہوں کو فریب ہے۔ اس دُعا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا عظیم معجزہ ظاہر ہوا۔"

چنان چہ مدینہ کی ہوا صحت بخش ہوگئی اور مدینہ طیبہ مسلمانوں کو ہر زمانہ میں اپنے وطن سے زیادہ محبوب ہوگیا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُعا فرمائی کہ:

"اے اللہ! مجھے اپنے راستہ میں شہادت اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر میں موت نصیب فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں دُعائیں قبول فرمائیں، چنان چہ "فیروز نصرانی" کے ہاتھوں آپ مدینے میں شہید ہوئے۔ اور "جحفہ" اس دن سے ایسا ہوگیا کہ کوئی اس کا پانی پی لے تو بخار آجائے اور اس کی فضا سے چڑیا گزرے تو بخار میں مبتلا ہوکر گر پڑے۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے اپنی آمد کے ۸/ ماہ بعد مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخات (بھائی چارہ کا عقد) فرمایا، جس کے سبب نصرتِ حق اور ہم دردی و مساوات میں اور ایک دوسرے سے میراث پانے کے حق میں مہاجرین و انصار آپس میں بھائی بھائی قرار پائے۔ یہی وجہ تھی کہ مہاجرینِ کرام سے انصارِ کرام نے غایت ہم دردی و نہایت درجہ مساوات کا سلوک کیا، یہاں تک کہ حضرت سعد بن الربیع انصاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اپنے نصف مال کی پیش کش کی اور ان کی دو بیویاں تھی، تو انھوں نے اپنے مہاجر بھائی عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ آپ ان میں سے کوئی اختیار کرلیں کہ میں اسے طلاق دے دوں اور آپ اس سے شادی کرلیں۔

زرقانی (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے کعب، ابوداؤد و ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ:

"ہم نے اپنا یہ حال دیکھا کہ مسلمان آدمی اپنے دینار کا اپنے مہاجر بھائی سے

زیادہ حق دار نہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے اس عقد مبارک کو اس درجہ مؤید فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو ایک دوسرے کے قرابت داروں کے ہوتے ہوئے وارث ٹھہرایا۔"

چنان چہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَّنَصَرُوا أُولٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ (سورۂ انفال، پارہ 10، آیت 72)

یعنی: "بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنھوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں۔" (کنزالایمان)

یہ حکم توارث جاری رہا یہاں تک کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے اسے اس آیت کریمہ:

وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾ (سورۂ انفال، پارہ 10، آیت 75)

یعنی: "رشتہ والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔" (کنزالایمان)

سے منسوخ فرمادیا۔

یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے اور وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ کوئی یہ سوال کرے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم نے جو مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں وصال فرمایا؛ اس میں کون سی حکمتِ الٰہی پوشیدہ ہے اس کا جواب علامہ قسطلانی نے "مواھب اللدنیہ" میں یوں تحریر فرمایا کہ:

"فان قلت ماالحکمةفی هجرتهﷺالی المدینه واقامته بها الی أن انتقل الی ربه عزوجل،اجیب بأن حکمة الله تعالی قداقتضت أنه تتشرف به الاشیاء لأنه یتشرف بها فلو بقی ﷺ فی مکة الی انتقاله الی ربه لکان یتوهم انه قد تشرف بمکة اذأن شرفها قدسبق بالخلیل واسماعیل فأراد اللّٰه تعالٰی أن یظهر شرفه ﷺ فأمره بالهجرةالی المدینه.

یعنی حکمتِ الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم سے امکنہ {مکان کی جمع} مشرف ہوں نہ کہ حضور علیہ السلام ان سے مشرف ہوں تو اگر حضور علیہ السلام اپنی حیاتِ ظاہری میں مکہ میں رہتے تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ سے شرف ملا کہ شرف مکہ تو ابراھیم واسمٰعیل علیہما السلام کے سبب ثابت ہو ہی چکا تھا تو منشاء ایزدی ہوا کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کا شرف ظاہر فرمائے تو انھیں حکم دیا کہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں۔"

زرقانی (متوفی ۱۱۲۴ھ) نے فرمایا:

"ولذالم تکن الی الارض المقدسة مع أنهاأرض المحشرو المنشروموضع أکثر الانبیاء لئلایتوهم ماذکر أیضا(فلماهاجر الیهاتشرفت به) لحوله فیهاوقبره بها (حتی وقع الاجماع) کماحکاه قاضی عیاض والباحی وابن عساکر(علی أن أفضل البقاع الموضع الذی ضم أعضاه الکریمة صلوات الله وسلامه علیه)"

یعنی اسی لیے شام کی مقدس سرزمین کی طرف ہجرت واقع نہ ہوئی حالاں کہ وہ زمین حشر ونشر کی اور اکثر انبیاء کرام کی جلوہ گاہ ہے کہ یہاں بھی وہم ہوتا تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ ہجرت فرمائی تو مدینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف ملا، یہاں تک کہ اس امر پر اجماع واقع ہوا کہ تمام مواضع میں افضل وہ قطعۂ زمین ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد اطہر ہے۔"

زرقانی (متوفی ۱۱۲۴ھ) نے مزید فرمایا کہ:

"حتی من الکعبة لحلوله فیه بل نقل التاج السبکی عن ابن عقیل

الحنبلی أنه أفضل من العرش وصرح الفاکهانی بتفضیله علی السمٰوت بل قال البرماوی الحق ان مواضع أجساد الانبیاء وأرواحهم أشرف من کل ماسواها من الارض والسماء.

یعنی وہ جگہ کعبہ سے بھی افضل ہے اور علامہ فاکہانی نے تمام آسمانوں پر اس کی فضیلت کی صراحت کی ہے اور برماوی نے کہا حق یہ ہے کہ جو کچھ بھی اس کے علاوہ ہے سب سے افضل و اشرف ہے۔"

اقول: جب مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت ہے تو اس لحاظ سے مدینہ منورہ کو مکہ معظّمہ پر فضیلت ثابت ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

......تمت......